نئے افق - ستمبر ۱۹۹۵ء

مشتاق احمد قریشی

گفتگو

> اور (یہ کفار) کہتے ہیں کہ وہ وعدہ (قیامت) کب آئے گا اگر تم سچے ہو (آخر کیوں نہیں جاتا، کس بات کا انتظار ہے)
>
> (اور) یہ لوگ تو ایک چنگھاڑ ہی کے منتظر ہیں جو (آن کی آن میں) ان کو آ پکڑے گی جبکہ (وہ دنیا و آخرت، عدم و وجود کے بارے میں) جھگڑتے ہوں گے۔
>
> (سورۃ یٰسین ۴۸ تا ۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوستو! "نئے افق" کا تازہ شمارہ حاضر ہے۔ آج آپ کی خدمت میں ایک اہم مسئلہ لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ اور ہم سب کے محبوب ماہنامے "نئے افق۔ نیا رخ" اور "آنچل" کی بقا کا مسئلہ ہے۔ کاغذ کی بین الاقوامی گرانی کے باعث اب ہمارے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ اس ادارے کو جو آپ کی تفریح و تفنن طبع کے لیے گذشتہ بیس برس سے مسلسل کسی ناغہ کے بغیر ہر ماہ نت نئے انداز میں آپ کو محظوظ کرنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش میں سرگرداں رہا ہے۔ اب قائم رکھ سکیں۔ یہ منگائی کا عفریت صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ تمام رسائل و جرائد اور قومی اخبارات کے لیے ان کی بقا کا مسئلہ بن چکا ہے جیسا کہ آپ قومی اخبارات میں (APNS) اور (PNEC) کی جانب سے جاری کردہ اشتہارات میں ملاحظہ کر چکے ہوں گے۔ یہ دونوں موقر تنظیمیں ہیں جن کا اخبارات اور جرائد سے براہ راست واسطہ ہے ان کا بھی مشترکہ یہی فیصلہ ہے کہ اپنے اخبارات و جرائد کی بقاء کے لیے نہ صرف قیمتوں میں اضافہ کر دیا جائے اور اگر پھر بھی بات نہ بن رہی ہو تو صفحات میں بھی کمی کر دی جائے۔

دوستو! آپ گواہ ہیں کہ ہم نے اس منگائی کے دور میں اپنی قیمت اب تک برقرار رکھی تھی۔ ہاں کچھ صفحات میں ضرور کمی کی تھی لیکن اب مجبوراً "ہم قیمت میں اضافے کے ساتھ ۶۴ صفحات کا اضافہ بھی کر رہے ہیں۔ دعا کیجیے کہ یہ اضافہ نہ صرف برقرار رہے بلکہ اللہ اس میں اضافہ نہ فرمائیں۔

دوستو! آپ کی فرمائشوں اور مشوروں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم آیندہ ماہ سے نئے افق اور نیا رخ کی قیمت تیس روپے اور صفحات ۲۹۰ کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ تمام دوست بھی ہمارے اس مشکل دور میں ہمیشہ کی طرح اپنے بھرپور تعاون سے ہمارا ساتھ دے کر ہمیں اپنے پیارے پرچوں کی بقا کی جنگ میں سرخرو فرمائیں گے۔ ایک بار پھر نوٹ فرما لیجیے کہ اکتوبر ۹۵ سے پرچوں کی قیمت فی پرچہ ۳۰ روپے ہوگی۔

(پہلا انعام) عروس البلاد کراچی سے محمد ناوید خامہ سخن ہیں۔ سرورق کی حسینہ کے چہرے پہ ایسی مسکراہٹ تھی جیسے اسے "حجلہ عروسی" میں لے جایا جارہا ہو اور کونے میں آدمی کے چہرے سے ایسی شیطانی مسکراہٹ نمودار ہو رہی تھی جیسے اس نے اس حسینہ کے شوہر کو قتل کر دیا ہو اور وہ اس کی خوش فہمی سے لطف اندوز ہو رہا ہو اور اس نے جس سے قتل کیا ہو وہ ایک معمولی گیند ہو، شیشے کے ٹکڑوں پر خون لگا ہوا تھا لیکن یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ اکثر لوگ بوتل کو توڑ کر اپنے پیٹ میں گھونپ لیتے یا شیشے کے ٹوٹے سے اپنی محبوبہ کا نام اپنے ہاتھ پر لکھتے ہیں تو شیشے کے اوپر خون لگ جاتا ہے۔ "گفتگو" میں پہلا انعام ملنے پر محمد اجمل انصاری کو مبارکباد۔ "گفتگو" میں سب کے تبصرے اچھے تھے۔ "قلم کا قرض" محترم ابن صفی کی یاد میں تھا لیکن اس کے اندر ابن صفی کے بارے میں معلومات نہیں دی گئی تھیں نہ "شکرال سیریز" کا ذکر کیا تھا وہ جب الٰہ آباد میں تھے تو انھوں نے "طغرل" کے نام سے لکھا تھا اس کا بھی کوئی ذکر نہیں تھا۔ راشد اشرف کے اس مضمون کی آپ نے جتنی تعریف کی تھی یہ اتنا اچھا نہیں تھا۔ "چبھن" منظر امام کے قلم سے نکلا ہوا وہ تیر تھا جو لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو گیا۔ سسپنس اور ایڈونچر سے بھرپور "انتقام کی جوالہ مکھی"، "داؤ پیچ کی بھرمار"، محبت کی ہزار داستان۔ "تکون" کا اینڈ کچھ اچھا نہیں تھا شروع بھی اچھے طریقے سے ہوئی بیچ میں بھی اچھی تھی لیکن انتقام، انتقام نہیں لگا۔ "نشانہ باز" کہانی بس ٹھیک ہی تھی۔ یہ کہانی مجھے اچھی لگتی لیکن یہ ترجمہ کہانی تھی اور ترجمہ کہانی مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے۔ "رنگ میں" بہت اچھی کہانی تھی۔ میں بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ اس فلم کی ترجمہ کہانی دی جائے اور آپ نے دے دی۔ کہانی بہت ہی اچھی تھی لیکن اتنا مزہ نہیں آیا جتنا فلم دیکھنے میں آیا تھا۔ شکیل صدیقی صاحب کو اتنی اچھی فلم کا ترجمہ کرنے پر مبارکباد۔ "زہریلی محبت" خطوط

نئے افق - ستمبر ۱۹۹۵ء

مشتمل کہانی تھی۔ "علاج بالمثل" ابن آدم کے قلم سے ایک بہترین کہانی تھی لیکن ابن آدم میں بہت خراب عادت ہے کہ وہ شروع کا بیک گراونڈ بتائے بغیر کہانی شروع کر دیتے ہیں اس وجہ سے کہانی شروع میں سمجھ میں نہیں آتی جب کہانی آدھی ہو جاتی ہے پھر سمجھ میں آتی ہے۔ "خبیث" کہانی کو انوار صدیقی نے نہیں لکھا بلکہ انوار صدیقی کے ان ہاتھوں نے لکھا ہے جنھوں نے اب تک نہ جانے کتنی بہترین کہانیاں لکھی ہیں اور کتنی اور بہترین کہانیاں لکھیں گے۔ "خبیث" کے ایک ایک لفظ کو انوار صدیقی نے اس طرح سینچ سینچ کر رکھا ہے جس طرح جب آلو انڈے کے سالن میں ایک ایک آلو کو تلا جاتا ہے اور ایک ایک انڈے کو بھی تلا جاتا ہے اور جب ان سب کو ملا کر ایک سالن بنایا جاتا ہے تو وہ بہت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے اسی طرح انوار صدیقی نے خبیث کے ایک ایک جملے کو سینچا ہے اور جب یہ سارے جملے مل کر ایک کہانی بناتے ہیں تو وہ اتنی مزیدار اور دلچسپ ہوتی ہے کہ فوراً" ختم ہو جاتی ہے۔ "کامیڈین" کامیڈی بن کر رہ گئی کیونکہ اس میں ہنسنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ "دوستی" ملاحوں کی کہانی تھی اگر کسی سے دوستی کرے تو داؤد جیسا جذبہ رکھے ورنہ دوستی نہ کرے۔ دوسری خاکہ کہانی "درگور" کوئی خاص تاثر نہیں دے سکی یہ عام سے خزانے کے بارے میں کہانی تھی۔ "نام ور" کو جلد سے جلد ختم کر کے۔ "جان ور" کو شروع کریں۔ "سیاہ بخت" مختصر مگر سبق آموز کہانی تھی۔ یہ پورے رسالے کی جان تھی۔ آپ ستمبر میں ہی "نئے افق" کی قیمت 30 روپے کر کے صفحات "290" کر دیں مہربانی ہوگی۔

کراچی سے مسٹر جاوید کی خیال آرائی۔ اگست کا "نئے افق" دیکھ کر میرا افق پر جانے کا دل چاہنے لگا اس لیے میں نے اپنی ایجاد کردہ گاڑی افقی نکالی جو میں نے افق کے اوپر جانے کے لیے بنائی ہے۔ میں افق پہ جانے کے لیے افقی گاڑی کے اوپر بیٹھ گیا۔ افقی نے مجھے افق پہ پہنچا دیا۔ افق دیکھ کر میں بہت حیران ہوا کیونکہ یہاں سے جو مجھے افق نظر آتا تھا وہ نہیں تھا یہ تو کوئی اور ہی افق لگ رہا تھا۔ افق پہ مجھے نئے افق دیکھنے کو ملے میں نے پورا افق گھوما۔ ایک جگہ مجھے ایک آرٹ کی نمائش نظر آئی۔ میں اندر گھس گیا وہاں پہ جس مصور کی تصویروں کی نمائش ہو رہی تھی اس کا نام افقی افق افقی تھا۔ میں ایک حسینہ کی تصویر کے سامنے رک گیا۔ تصویر کی حسینہ بہت خوش ہو رہی تھی جیسے اس کا پیا اس کے گھر دو سال بعد شارجہ، دبئی یا امریکا سے آرہا ہو لیکن اس کی خوشی زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکی کیونکہ اسی وقت ایک گیند کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی اس تصویر کے آکر لگی اور تصویر کے دو ٹکڑے ہو گئے نمائش میں مصور بھی قریب ہی کھڑا تھا اس نے گیند اٹھالی اسے بہت غصہ آرہا تھا کیونکہ اس نے اس تصویر پر بہت محنت کی تھی۔ (یہ بات مجھے بعد میں پتا چلی تھی۔) اسی وقت تین بچے دوڑتے ہوئے آئے اور مصور کے ہاتھ میں گیند دیکھ کر کہنے لگے انکل! گیند دے دیجیے۔ مصور جو بہت غصے میں تھا بچوں کی دیدہ دلیری دیکھ کر غصے سے بھر اٹھا اور اس نے ایک بچے کا نشانہ لے کر گیند فل طاقت سے اس کے سر پر ماری۔ سر پر گیند لگنے سے بچے کا سر پھٹ گیا اور سر سے خون نکلنے لگا خون کی چھینٹیں شیشے کے اوپر بھی پڑیں۔ گیند کے اوپر بھی خون لگ گیا تھا۔ گیند لڑکھڑاتی ہوئی تصویر کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں پہنچ کر رک گئی اور مصور یہ سب کچھ دیکھ کر حواس باختہ ہونے کے بجائے مسکرانے لگا کیونکہ اس کی اوپر تک پہنچ تھی۔ منظر امام صاحب بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے انہیں یہ منظر (بغیر امام کے) بہت اچھا لگا اور اسے کیمرا بند کرلیا اور جب وہ زمین پر پہنچے تو مشتاق احمد قریشی کو یہ تصویر دکھائی انہیں بھی یہ تصویر بڑی پسند آئی اور انہوں نے "نئے افق" کے سرورق کے لیے رکھ لی اور منظر امام کو تصویر دیتے ہوئے کہا۔ اس کے اوپر آپ ایک کہانی لکھیں۔ منظر امام صاحب نے اس کے اوپر جو کہانی لکھی اس کا نام "چبھن" رکھا۔ "چبھن" سسپنس، اور ایڈونچر سے بھرپور کہانی تھی اس کہانی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اگر اس کو پورے رسالے کی جان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اعجاز کو آمبر اور مسعود کو نہیں مارنا چاہیے تھا۔ "قلم کا قرض" کوئی خاص تاثر نہ دے سکا۔ "تکون" تکونی ہو کر رہ گئی کیونکہ اس کے اندر ٹرپل پارٹ تھا۔ طاہر قریشی کی اچھی اور انمول کاوش تھی۔ "نشانہ باز" بس صحیح تھی کیونکہ سر پر سے گزر گئی۔ "دی رننگ مین" وہ کہانی تھی جو پورے رسالے کی سب سے سنسنی خیز، حیرت انگیز اور معرکہ آرا کہانی تھی۔ "زہریلی محبت" ہیجان خیز اور جنون کی حد تک نفسیات کو ابھارتی ہوئی روایتی کہانی تھی۔ "علاج بالمثل" بہت تیز رفتار کہانی تھی اس وجہ سے مزہ نہیں آیا۔ "خبیث" میں خباثت ختم ہو گئی ہے اس میں اور خباثت ڈالیے یا پھر ختم کر دیں۔ "کامیڈین" محمود احمد مودی کی ایک اچھی کہانی تھی۔ "دوستی" ایک بہترین اور سبق آموز کہانی تھی۔ دوسری خاکہ کہانی۔ "درگور" اسرار احمد کے قلم سے ایک روایتی کہانی تھی۔ "نام ور" کے بارے میں کیا کہوں۔ بس آپ اسے جلدی سے ختم کریں۔ "گرتی دیوار" ایک اصلاحی کہانی تھی۔ باپ کو بیٹوں کی پسند کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ مجموعی طور پر پوری کہانی اچھی تھی۔ "سیاہ بخت" طاہر جاوید مغل کی جذباتی کہانی تھی جس میں جذبات کو عریاں کر کے دکھایا گیا تھا کہ جذبات کے کیا کیا نقصانات ہیں۔ افسر آذر کی اب تک میں نے جتنی بھی کہانیاں پڑھی ہیں ان میں سب سے اچھی۔ "چناؤ" ہے اس میں سسپنس اور ایڈونچر کی بھرمار ہے "چناؤ" کہانی مجھے "نیو ورلڈ آرڈر" اور "طاقت کی جنگ" سے بھی اچھی لگی۔ جلد سے جلد صفحات کو بڑھا دیجیے۔ (آپ کی شکایت نوٹ کر لی گئی ہے اور معاون مدیر کو لائن حاضر کر دیا گیا ہے۔ پوچھ گچھ جاری ہے تفصیلات سے جلد آگاہی ہوگی۔)

نسیمہ چودھری راولپنڈی سے لکھتی ہیں۔ ٹائٹل کی اتنی زیادہ تعریف سن کر ذکر ماموں پھول گئے ہیں۔ جبھی اپنی ڈگر پر واپس آگئے ہیں۔ ٹائٹل انتہائی بوگس ہے۔ ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ لڑکی کا ٹوٹا پھوٹا منہ اور اتنے موٹے ہونٹ۔ اوپر سے لپ اسٹک نے جو کسر رہتی تھی پوری کر دی۔ بہت موڈ آف کر کے "گفتگو" کی طرف گئی۔ وہاں اگرچہ بہت رونق تھی مگر یہ لوگ محفل میں واپس آجائیں

نئے افق - ستمبر 1995ء

ورنہ میں بھی خط لکھنا چھوڑ دوں گی۔ خالدہ پروین' اخلاق احمد' عالیہ انعام' پرنس اے لی کشمیری' ثمینہ آف بہاولپور' کیپٹن مشتاق بھائی۔ یہ لوگ واپس آجائیں ویسے انکل جانی مجھے تو کچھ شک ہی ہے۔ اتنے زیادہ لوگوں نے اکٹھے خط لکھنا چھوڑ دیا۔ انکل جانی کہیں یہ تو نہیں کہ آپ ان لوگوں کے خط شائع نہیں کر رہے۔ غصہ مت دکھایئے گا۔ ایسے ہی ایک بات ذہن میں آئی پوچھ لی اور ہاں انکل جانی قبول ہے' قبول ہے' قبول ہے۔ 30 روپے میں 290 صفحات۔ ویسے انکل جانی ایک مشورہ ہے' اگر مان لیں تو بڑی ہی مہربانی ہوگی۔ کیا 30 روپے میں 300 صفحات نہیں ہو سکتے۔ سب سے پہلے راشد اشرف کا "قلم کا قرض" پڑھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں۔ جب ایک باب بند کر دیا تھا تو پھر زخموں پر نمک چھڑکنے سے کیا فائدہ۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پتا نہیں کیا سوچ تھی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آیا مگر جس طرح راشد اشرف نے اس کو لکھا۔ میرے پاس تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں اور انکل جانی "چبھن" محض اس لیے نہیں پڑھی کہ ٹائٹل پر کرکٹ بال بنی ہوئی تھی اور کرکٹ کا: ں کہانی میں ضرور ہو تا مگر کرکٹ سے مجھے نفرت ہے۔ طاہر قریشی کی "تکون" ایک بہت اچھی تحریر ثابت ہوئی اور "رنگ مین" پڑ... تو مزہ ہی آگیا۔ اے ون تحریر تھی۔ شکیل صدیقی واقعی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ سب سے بری تحریر "زہریلی محبت" تھی۔ انتہائی بلواس' بہت فضول۔ میں تو سمجھتی ہوں۔ یہ ایک شیطانی تحریر تھی۔ جس کا نہ کوئی سر تھا نہ پیر۔ اگرچہ فسانہ تھا' کہانی تھی مگر کسی ایک لفظ پر بھی یقین نہیں آیا' اگر دلہا بھائی کو کوئی جن ثابت کرتا یا کوئی شیطان کا چیلا تو شاید یہ کہانی کچھ دلچسپ ہو جاتی۔ عارف شیخ کی "دوستی" بہت اچھی تھی۔ "نام ور" نے اس دفعہ بھرپور کیا۔ "خبیث" مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ اس دفعہ بھی اس نے پہلے کی طرح موڈ بالکل ہشاش بشاش کر دیا۔ سید احتشام کی "گرتی دیوار" ایک خوبصورت کاوش تھی۔ "چناؤ" سب سے بہترین رہی اور ہاں انکل جانی مجھے یاد آیا۔ سب سے اہم بات تو میں بھول ہی گئی۔ میری ایک چھوٹی سی درخواست ہے اور وہ یہ کہ "نئے افق" میں ایک کہانی شائع کریں۔ یہ جو سندھ میں خواتین کا قرآن پاک کے ساتھ نکاح کر دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں' اگر اس موضوع پر ایک کہانی "نئے افق" میں آجائے تو کیا بات ہے۔ پلیز انکل یہ ایک مجبوری کے تحت میں آپ کو لکھ رہی ہوں۔ (بھتیجی اس موضوع پر "نئے افق" پر بے شمار کہانیاں لکھی جا چکی ہیں اس لیے مزید کسی اور کہانی کی گنجائش نہیں نکلتی۔)

فیصل آباد سے ساحر جمال رقم طراز ہیں۔ اگست کا "نئے افق" میرے سامنے اپنی رعنائیاں بکھیر رہا ہے سرورق خوبصورت تھا سرورق کا جائزہ لینے کے بعد ہم آگے بڑھے اور "گفتگو" میں آئے خدا کراچی کے حالات کو جلد از جلد سنوارے تاکہ ہر محب وطن سکھ کا سانس لے عروس البلاد کی رونقیں دوبارہ قائم ہوں۔ راشد اشرف کا ابن صفی کے بارے میں مضمون پسند آیا۔ ابن صفی بہت بڑے مصنف تھے ان جیسا پھر کوئی نہ لکھ سکا ان کی تعریف کیا کریں۔ منظر امام صاحب کی کہانی "چبھن" انتقام پر مبنی کہانی تھی لیکن اس انتقام میں کئی بے گناہ بھی مارے گئے اسی لیے معاف کرنے کو زیادہ اچھا سمجھا گیا ہے۔ "تکون" واقعی تو کن ثابت ہوئی۔ ابو ضیا اقبال کی کہانی "نشانہ باز" پسند نہیں آئی۔ شکیل صدیقی اس بار قلم ناول "رنگ مین" لے کر آئے جو پسند آیا۔ راحیلہ تاج کی "زہریلی محبت" درمیانی رہی "علاج بالمثل" میں دولت کے بل بوتے پر سب کچھ حاصل کرنے والا اپنے آپ کو موت کے شکنجے سے نہیں بچا سکا یہ کہانی بھی پسند آئی۔ "خبیث" ہماری پسندیدہ کہانی ہے انکل اس کے صفحات بڑھا دیجئے گا۔ "کامیڈین" مودی کی ایک معیاری پیشکش تھی۔ دوست کے حق پر ڈاکا ڈالنے والے دوست کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔ عارف شیخ کی "دوستی" میں دو دوستوں کا احوال بیان کیا گیا۔ اسرار احمد کی "درگور" کچھ خاص نہیں تھی۔ "نام ور" کے بارے میں یہی کہنا ہے کہ اب اسے ختم ہو جانا چاہیے۔ "گرتی دیوار" سید احتشام کی ایک خوبصورت تحریر تھی۔ "سیاہ بخت" میں بھولے نے لاعلمی میں اپنا مستقبل تباہ کر لیا اور انکل افسر آذر کی کہانی "چناؤ" کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اتنی اچھی کہانی لکھنے پر ان کو میری طرف سے مبارکباد دیجئے اگر آذر صاحب اس کہانی کو آگے بھی جاری رکھیں جس میں نورین ملک دشمنوں کے خلاف بر سرپیکار ہو تو لطف آجائے۔ اب اجازت دیں اور کوئی غلطی ہو گئی ہو تو در گزر کر دیں۔ کیونکہ ابھی ہماری ابتدا ہے۔ (نورین کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً کہانیاں مکمل دینے کا پروگرام ہے جمع خاطر رکھیے۔)

راشد اشرف حیدر آباد سے شکوے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ "نئے افق" کا اگست کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور ابن صفی صاحب کے متعلق اپنی تحریر "قلم کا قرض" کی فوری اشاعت پر انتہائی شکر گزار ہوں۔ آپ نے اس تحریر کو میگزین کے معتبر صفحات کی اول تحریر کا درجہ دے کر صفی صاحب سے اپنے منفرد رشتے کی گویا تجدید کی ہے۔ میں ابھی ابھی اپنے علاقے کی لائبریری سے واپس آیا ہوں۔ وہاں ایک نوجوان ان کتابوں کو بڑی بے چینی سے تلاش کر رہا تھا کہ جن کا ذکر میں نے بالخصوص اپنی تحریر میں کیا تھا۔ مجھے اس تحریر کو سپرد قلم کرنے کا مقصد پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ ایک ضروری بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ میں داؤد انجینئرنگ کالج کا طالب علم ہوں نہ کہ ڈاؤ میڈیکل کالج کا۔ داؤد کالج کا الحاق N.E.D یونیورسٹی سے ہے' لیکن غلطی میری ہے۔ آپ کے صاحبزادے سے ملاقات کے دوران میں نے اس بات کا ان سے سرسری ذکر کیا تھا اور وہ غالباً "داؤد اور ڈاؤ کے ملتے جلتے قافیوں میں الجھ گئے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اپنے اگلے شمارے میں اس کی تصحیح فرما دیں۔ میں ممنون رہوں گا' کیونکہ میرے جاننے والے مجھے انجینئرنگ اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے جانتے ہیں اور میڈیکل اور انجینئرنگ میں بہرحال زمین آسمان کا فرق ہے۔ "نئے افق" میں نے ایک طویل عرصے بعد پڑھا ہے۔ زیر نظر اگست کا شمارہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے اندر کئی خوشگوار تبدیلیاں لیے ہوئے ہے۔ سب سے

نئے افق - ستمبر ۱۹۹۵ء

خوبصورت بات تو یہ کہ اب اس میں زیادہ تر مقامی اور ملکی رنگ میں رنگی ہوئی کہانیاں نظر آرہی ہیں جو کہ ایک خوش آیند بات ہے۔ طبع زاد کہانیاں کم ہوگئی ہیں۔ انوار صدیقی کی سلسلے وار کہانی "خبیث" اور ایم۔اے راحت کی "نام ور"۔ "نئے افق" کی بھرپور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ طاہر جاوید مغل اور محمود احمد مودی نے حسب توقع بہت خوبصورتی سے بالترتیب "سیاہ بخت" اور کامیڈین" تحریر کی ہیں۔ طاہر قریشی کا اسٹائل واقعی دلچسپ ہے کہ "تکون" ان کی اچھی تحریروں میں شمار ہوگی۔ شکیل صدیقی "نئے افق" میں بھی اپنی سابقہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ترجمہ بہت مشکل فن ہے اور شکیل صدیقی اس کے ماہر ہیں۔ "رنگ مین" اس کا ثبوت ہے۔ سید احتشام کی "گرتی دیوار" ایک فکر انگیز کہانی ہے۔ افسر آذر کی طویل کہانی "چناؤ" ان کے منفرد طرز تحریر کا واضح ثبوت ہے۔ "چناؤ" کا اختتام انتہائی غیر یقینی تھا۔ "گفتگو" میں شامل جبل الطارق کا خط حد درجے دلچسپ تھا۔ اسے پڑھ کر بہت لطف آیا۔ "نئے افق" کو زندہ دل قاری میسر آئے ہیں۔ آخر میں ایک درخواست کروں گا اگر "نئے افق" کی پالیسی اجازت دیتی ہو تو میرے خط کے آخر میں میرا پتا شائع کر دیں۔ شاہد صفی صاحب کا کوئی پرستار مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے۔ صفی صاحب کے حوالے سے اگر ان کے پرستاروں میں سے چند ایک سے بھی میرا رابطہ ہوگیا تو اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔ محترم کرنل محمد خان، مستنصر تارڑ اور عطاالحق قاسمی سے پچھلے عرصے میں خطوط کا تبادلہ رہا تھا۔ اپنے مضمون کی فوٹو کاپی میں ان تینوں حضرات کو ارسال کروں گا۔ کرنل صاحب نے میرے نام ایک خط میں کہا تھا کہ مجھے آپ کی پہلی تحریر کا انتظار ہے اور میں خوش ہوں کہ صفی صاحب کی وجہ سے میں اس پوزیشن میں آج ہوں نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ صفی صاحب بھی مجھ سے خوش ہیں۔ راشد اشرف۔ 351/C-BlOCK-D یونٹ 6 لطیف آباد۔ حیدر آباد۔ (محترم کراچی آنا ہو تو دفتر میں ملاقات کریں کچھ ضروری کام بھی آپ سے ہیں۔)

میرپور آزاد کشمیر سے ساجد محمد طاہر خامہ بہار ہیں۔ اگست 95ء کا شمارہ بروقت ملا سب سے پہلے منظر امام کی "چبھن" پڑھی جس نے خوشگوار تاثر قائم کیا۔ یہ ہمارے معاشرے کے اندر کی کہانی تھی۔ عورت کسی بھی پیشے سے وابستہ ہو۔ گھریلو خاتون ہو یا لیڈی ڈاکٹر اس کی نفسیات کو نہایت باریک بینی کے ساتھ حوالہ قرطاس و قلم کیا گیا ہے "تکون" متاثر نہیں کر سکی۔ ایک شکل کے دو انسانوں کا اتفاق تو ہو سکتا ہے لیکن تین انسان۔ طاہر قریشی مبالغے کی بھی حد ہوتی ہے۔ "زہریلی محبت" بھی صرف ذہنی اختراع پر مبنی تحریر تھی جو کوئی خاص دلچسپ ثابت نہ ہوئی۔ "علاج بالمثل" بھی معاشرتی کہانی ہے اور ہمارے معاشرے میں ان کرداروں کی بہتات ہے جو اس کہانی کا مرکزی کردار ہے۔ ہم لوگ پیسہ آجانے پر ایسا ہی کرتے ہیں بس عورتوں کو تسخیر کرنا مقصد حیات رہ جاتا ہے، لیکن ابن آدم نے کہانی کو ایک خوبصورت انجام دے کر قاری کو کچھ سوچنے اور اپنا گریبان ٹٹولنے کا موقع دے دیا ہے۔ "خبیث" کو خبیث سمجھ کر ابھی پڑھا نہیں لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ قارئین خبیث کی کھلم کھلا تعریف کر رہے ہیں۔ "کامیڈین" اور "دوستی" ایک ہی موضوع پر لکھی گئی دو اچھی تحریریں تھیں۔ "درگور" کے عنوان سے خود غرضی اور لالچ کو مصنف نے موضوع سخن بنایا ہے۔ جس میں وہ انتہائی کامیاب رہا ہے۔ "گرتی دیوار" موجودہ دور کے ایک خاص طبقے کی عکاسی ہے۔ طاہر جاوید مغل ہر دفعہ کوئی نہ کوئی اچھوتا موضوع تلاش کر ہی لیتے ہیں اس بار انھوں نے "سیاہ بخت" کے عنوان سے ایک اچھی تحریر پڑھنے کو دی ہے افسر آذر نے "چناؤ" کے عنوان سے جس موضوع کا انتخاب کیا تھا۔ اس کی وضاحت کہانی کے آخری صفحات میں جا کر ہوئی نصف کہانی پڑھنے تک قطعاً "یہ علم نہیں تھا کہ کہانی کا وائنڈ اپ ایسا ہوگا۔

فیصل آباد سے اے۔ زیڈ خان خیال آرائی کرتے ہوئے۔ میں آپ کے شمارے "نئے افق" کا پرانا اور خاموش قاری ہوں لیکن آج نہ جانے کیا سوجھی ہے کہ آپ کی محفل میں شریک ہونے کو دل چاہ رہا ہے لیکن یہ دل انتہائی گھبرایا ہوا بھی ہے اور بار بار اپنے پنجرے سے باہر آنے کو کر رہا ہے کہ اس محفل میں اس نادان پر کیا گزرے گی۔ اس گھبراہٹ کے باوجود کچھ ہمت کرتے ہوئے یہ دل نادان کچھ شکایتیں، کچھ حکایتیں اور کچھ تعریفوں کے ساتھ حاضر ہے اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ اس کے ساتھ جو سلوک چاہے کریں۔ سب سے پہلے تو آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ کے ہاں لطائف وکٹ پیس اور کارٹون وغیرہ کی کمی ہے جو کہ شمارے میں اتنے کم تعداد میں دیے جاتے ہیں۔ پورے 216 صفحات میں بارہ عدد "لطائف اور اقتباسات" برائے مہربانی ان کی تعداد میں قابل ذکر نظر اضافہ کریں۔ ٹائٹل دیکھ کر یہ دل اپنے آپ میں نہ رہا زور زور سے اچھل کود کر داد دینے لگا واہ واہ کیا فنکار شخصیت ہے جو اتنے خوبصورت نفیس اور منفرد سرورق ترتیب دیتی ہے۔ اپنی پسندیدہ کہانی "خبیث" کی طرف لپکا لیکن یہ کیا یہ تو دھڑکنا ہی بھول گیا۔ یہ دیکھ کر کہ اس دفعہ شہباز صاحب کچھ ایکشن میں نظر آئے انوار صدیقی سے گزارش ہے کہ کہانی میں مزید سحر و اسرار کا اضافہ کریں۔ "نام ور" پڑھے بغیر چین کہاں؟ مرتے کیا نہ کرتے اس کی طرف متوجہ ہوئے بس مزہ ہی آگیا۔ "نام ور" نے اس دفعہ ایک نیا موڑ لیا ہے۔ اس کے بعد راحیلہ تاج کی "زہریلی محبت" پڑھی عام ڈگر سے ہٹی ہوئی انتہائی خوبصورت کہانی تھی۔ اس کے بعد "رنگ مین" کی طرف متوجہ ہوئے بس کیا بتائیں۔ چھوڑیں نہیں بتاتے آپ اتنی زیادہ تعریفیں سن کر پھول کر کپا ہو جائیں گے۔ سرورق کی کہانی لیکن اس دفعہ اسے پڑھنے میں مزہ نہیں آیا۔ کیوں کہ جتنا جان دار سرورق تھا اتنی جاندار کہانی نہ تھی۔ افسر آذر کی "چناؤ" بہترین تھی لیکن افسر آذر نے اپنی ہیروئن نورین کو کچھ زیادہ ہی بہادر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے میں نے تو آج تک کسی خاتون کو تشدد برداشت کرتے ہوئے (یعنی اتنی سخت جان) کہ تھرڈ ڈگری کا نہیں سنا۔ "کامیڈین" جرم سزا پر ایک اچھی کہانی تھی۔ "دوستی" بہت دلچسپ اور اپنے موضوع کی ایک

نئے افق - ستمبر ۱۹۹۵

اچھی تخلیق تھی۔ خاکہ کہانی کی دوسری کہانی "درگور" پڑھی۔ لالچ کے موزوں پر اچھی کہانی تھی۔ "علاج بالمثل" درمیانی کہانی تھی پرانے خیال پر کچھ تبدیل شدہ تحریر تھی اس تحریر نے اتنا متاثر نہیں کیا۔ "گرتی دیوار" ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو کہ دین کے معاملے میں بلاوجہ ٹانگ اڑاتے نظر آتے ہیں اور ان لوگوں کو سوائے کانا پھوسی کے کچھ نہیں آتا۔ سب سے آخر میں "قلم کا قرض" پڑھی یہ تحریر سب سے آخر میں اس لیے پڑھی کہ اس کا اثر اس کا ذائقہ اگلے ماہ تک بلکہ تادیر برقرار رہے۔ راشد اشرف صاحب نے جس طرح ابن صفی کی تحریروں، ان کے ادب، ان کے خیالات کا احاطہ کیا ہے منفرد ہے۔ اب آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

کراچی سے **عمر خان آفریدی** کا مختصر نامہ۔ کچھ عرصے کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوں۔ غیر حاضری بھی صرف تبصرے کی حد تک تھی ورنہ "نئے افق" اور "نیا رخ" ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتا رہا ہوں۔ اگست کا شمارہ وقت مقررہ پر مل گیا۔ گفتگو کی محفل میں کافی نئے دوست نظر آئے اور انکل یہ پرانے دوست ارمان ستورے، شانی، کیپٹن مشتاق، پرنس اے بی کشمیری، ژاں اسپو گے، خالدہ جی اور مہک علی عرف چڑیلنی کافی عرصے سے غائب ہیں۔ انھیں بلائیں انکل کہ ان کے بغیر گفتگو کی محفل سونی سونی لگتی ہے۔ کہانیوں میں چبھن، چناؤ، زہریلی محبت، اور سیاہ بخت بہترین کہانیاں تھیں جبکہ "نام ور" اور "خبیث" گزارے لائق ہیں۔

محمد عبدالناصر کانڈیوال سے رقم طراز ہیں۔ خوبصورت سرورق کا حامل "نئے افق" حسب معمول موصول ہوا۔ سب سے پہلے فہرست پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی پھر اپنے ساتھی قارئین کی نپی تلی گفتگو سے محظوظ ہوا۔ اس بار آپ نے اپنی محفل میں شامل کیا۔ شکریہ۔ اس کے بعد نام ور مصنف کی "نام ور" کا نمبر تھا۔ حسب سابق اور حسب توقع اپنی پسند کے عین مطابق تھی۔ مصنف موصوف کی تحریر "نئے افق" کو مقبولیت کے مشرقی اور مغربی افق تک لے جانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ واقعی اس تحریر نے "نئے افق" کے صفحات کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر ہی "نئے افق" پر تبصرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی مسحور و مسرور دل کے ساتھ "خبیث" پڑھی۔ بہت اچھی لگی۔ "قلم کا قرض" شاندار تحریر تھی۔ میرے پسندیدہ موضوع پر لکھی ہوئی یہ تحریر بہت خوشی کا باعث بنی۔ "چبھن" "تلون" بھی معیاری تھیں۔ "نشانہ باز" "دوستی" "کامیڈین" پرچے کی جان تھیں۔ "درگور" بھی پسند آئی۔ مجموعی طور پر تمام پرچے نے موسم گرما کی تعطیلات کے فارغ اوقات میں نہایت عمدگی سے ساتھ دیا ہے اور انشاءاللہ آیندہ بھی ایک پسندیدہ دوست کی حیثیت سے موسم گرما کو گرم گزارنے میں معاون ثابت ہوگا۔ اسی لیے آیندہ شمارے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ (آپ سے گزارش ہے کہ اپنا مکمل پتا جلد از جلد ہمیں روانہ کریں)

عالیہ انعام الٰہی کا کراچی سے طویل نامہ۔ اس دفعہ کا سرورق بھی خوب ہی رہا۔ گفتگو کی محفل عجیب ٹھنسی ہوئی اور افراتفری کی کیفیت کا شکار نظر آئی۔ ابن صفی کو خراج تحسین بذریعہ قلم راشد اشرف کا بہت متاثر کن اور خوبصورت رہا۔ پہلی کہانی "چبھن" موضوعاتی اعتبار سے دلکش اور انداز بیاں کے لحاظ سے خوبصورت رہی۔ "تلون" بڑا ہی دلفریب اور مزاحیہ انداز بیاں لیے تین ہم شکلوں کی روداد ٹھہری۔ ایک دولت میں کھیلنے والا، دوسرا شکل کا فائدہ اٹھا کر دولت ہتھیانے والا مگر مجبوری کے تحت اور تیسرا جس کے نزدیک پیٹ بھر روٹی قارون کے خزانے سے بھی بڑھ کر تھی جسے اس کی بے نیازی نے ہی ایک ایسی قوت دلا دی کہ دنیا اس پر عیاں ہو گئی مگر بے نیازی کا عالم یہ رہا کہ وہ اس صلاحیت سے بھی بے نیازی برتنے لگا۔ بھیک مانگنے کا اسٹائل بھی ان صاحب کا خوب دلچسپ تھا۔ آگے چلے تو فلم ناول کے سلسلے میں اس دفعہ آرنی کی "رنگ مین" پڑھنے کو ملی۔ ناول کو بڑی دلچسپی سے مکمل پڑھا۔ اب ایک دو فلموں کی فرمائش نوٹ کروا دوں آپ پوری کریں گے؟ اب کسی دفعہ میری شیلی زاینڈ دی فرینکنسٹائن اور دی فارسٹ گیمپ کا ترجمہ بھی پڑھوا دیں۔ "زہریلی محبت" کے نام سے ایک زبردست انوکھی اور پراسرار کہانی پڑھنے کو ملی۔ "علاج بالمثل" معاشرے کے وجود پر موجود ناسور کی مانند کریہہ المزاج اور بدکردار لوگوں کو عیاں کیا گیا۔ اب بات ہو جائے "خبیث" کی۔ کسی بھی سلسلہ وار کہانی کی اصل خوبی یہی ہوتی ہے کہ مصنف ہر قسط اس طور سے ترتیب دے کہ پڑھنے والے کا جذبہ شوق بھڑکتا ہی چلا جائے۔ پسندیدگی کی ایک چنگاری بھڑکے اور پھر اس پر زبردست اور معیاری قسطوں کا تیل ڈال کر اسے آتش بناتا چلا جائے کہ قاری پھر اس آگ کو کبھی سرد کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہو۔ میرے خیال میں انوار صدیقی کا قلم آتش شوق بھڑکائے رکھنے کے فن سے خوب آگاہ ہے۔ جبھی تو ہم اگلی قسط کے انتظار میں جھلسنا شروع ہو گئے ہیں۔ "کامیڈین" محمود احمد مودی نے زن کے کھڑے کیے ہوئے فتنے پر بہت اچھی لکھی۔ پہلی خاکہ کہانی "دوستی" فساد کی ایک اور جڑ زر کی فتنہ سازی پر مبنی تھی۔ موتی کے حصول نے ہاشم کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی باندھ دی مگر داؤد ایک بہترین انسان ثابت ہوا۔ دوسری خاکہ کہانی بھی "زر" ہی کی کرشمہ سازی دکھاتی ہوئی تحریر تھی۔ مدفون خزانوں کے حصول کے لیے بڑے بڑے لوگوں نے زندگیاں داؤ پر لگا دیں۔ اس کہانی میں بھی سونے کو کھود نکالنے کے لیے چند باعزم لوگوں کی روداد تھی۔ "نام ور" میں دانش منصور کو اس دفعہ ایک اور مشن کی ذمے داری سونپی گئی ہے جس کا تعلق افریقہ کے مہیب، گھنے، اندھیرے اور پراسرار خطے سے ہے اور اس دفعہ ایک ایسے انسان سے واسطہ پڑے گا جسے کہ نسلی تعصب نے تباہ کر دیا۔ "گرتی دیوار" میں ہمارے معاشرے کے ان کرداروں کو بے نقاب کیا گیا جو دولت کے گھمنڈ میں یہ فراموش کر بیٹھتے ہیں کہ وہ کتنی جوان امنگوں اور آرزوؤں کو اپنے قدموں تلے روندنے والے ہیں۔ افسر آذر کے قلم سے اس ماہ "چناؤ" کے زیر عنوان ایک ایسی لڑکی کی روداد بیان کی گئی کہ جسے عصمت جیسی نایاب اور انمول شے بیچنے کے لیے مجبور کیا جاتا رہا مگر اپنی اس دولت کو بچانے کے لیے وہ قوت برداشت کی آخری حدوں کو جا پہنچی اور آخر میں یہ عقدہ کھلا کہ

نئے افق - ستمبر ۱۹۹۵ ۶

یہ تمام کھڑاگ تو دراصل ایک اہم حکومتی مشن کے سربراہ کے چناؤ کے لیے پھیلایا گیا تھا۔ آخر میں چونکنے پر مجبور ہوئی۔ یہ تحریر اچھی رہی۔ ایک استدعا کہ اگر رسالے کی قیمتوں میں اضافے کا سوچ ہی لیا ہے تو کسی ایک رسالے کی قیمت میں اضافہ کر دیجیے۔

گوجرانوالہ سے **عدیل اسلم** کی خامہ فرسائی۔ اگست کا "نئے افق" اپنے مقررہ وقت پر مل گیا۔ سرورق پر بنی گیند پہلی نظر میں ایک سیارچہ سا معلوم ہوئی۔ ویسے یہ شمارہ اگست ۹۴ء کے سرورق سے ملتا جلتا تھا۔ صفحات ۲۹۰ کرنے کے بجائے ۳۲۲ کریں۔ جہاں تمیں روپے دینے ہیں وہاں ۳۴ یا ۳۵ دے دیں گے۔ کراچی کے حالات کے بارے میں دعا کی لیکن بہت مایوسی ہوئی ہے۔ راشد اشرف کی تحریر "قلم کا قرض" واقعی اس قابل تھی کہ اسے سراہا جائے۔ انھوں نے جس خوبصورت انداز سے ابن صفی کو خراج تحسین پیش کیا وہ واقعی اس کے لیے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ منظر امام کی اس بار بھی ایک معیاری کہانی ہماری منتظر تھی اور واقعی "چبھن" بے حد خوبصورت تحریر ثابت ہوئی۔ منظر امام اپنی روایتی سج دھج کے ساتھ نظر آئے اور انھوں نے ہمیں اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ کہانی شروع سے آخر تک دلچسپی کا سامان لیے ہوئے تھی۔ طاہر قریشی کی "تکون" پڑھ کر ان کے نام پر غور کیا کہ کیا واقعی انھوں نے لکھی ہے اور جب یقین ہو گیا کہ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہیں تو بے اختیار طاہر قریشی کو دعائیں دینے کو جی چاہا۔ ایسی دلچسپ کہانی لکھ کر انھوں نے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔ "رنگ مین" قلم تو بڑی پرانی ہے لیکن وہ جو کہتے ہیں ناکہ اولڈ از گولڈ تو اس ترجمے کو پڑھنے کا بہت مزہ آیا۔ اس بار کا دوسرا جھٹکا (یعنی طاہر قریشی صاحب کی کہانی کے بعد) "زہریلی محبت" کی صورت میں لگا۔ راحیلہ تاج تو اور طرح کے موضوعات پر لکھتی ہیں۔ ایسا پر اسرار موضوع کہاں سے ڈھونڈ لیا انھوں نے۔ بلاشبہ ایک بہترین کہانی تھی جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ابن آدم کی "علاج بالمثل" زیادہ متاثر نہ کر سکی۔ روایتی سا موضوع تھا اس لیے کہانی میں کوئی دلچسپی پیدا نہ ہو سکی۔ محمود احمد مودی کی "کامیڈین" بھی بہت اچھی تحریر تھی۔ "دوستی" نے درمیانی کہانیوں کی ہیٹ ٹرک کر دی۔ یہ کہانی نیا موضوع نہ ہونے کے باوجود اچھی لگی۔ خاص طور پر اس کا انجام بے حد خوبصورت تھا۔ اسرار احمد کی "درگور" پڑھ کر انھیں دل ہی دل میں داد تحسین دی۔ "نام ور" جو پچھلے چند ماہ سے بہت بور ہوتی جا رہی تھی اس بار اس میں کچھ دلچسپی دکھائی دی۔ کوئین میکوویا کی لیبارٹری وغیرہ نے کہانی میں کچھ جان پیدا تو کی لیکن پھر بہت عجلت میں سب کچھ کیا گیا۔ دانش جلد ہی مشن کے لیے روانہ ہو گیا اور ہر چیز عجلت میں بیان کرنے کی وجہ سے مایوسی ہوئی۔ اب دانش اپنی مطلوبہ منزل پر پہنچنے والا ہے۔ اگر یہ سارا پراسیس ایک دو قسطوں میں کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا لیکن ہو سکتا ہے کوئی نئی کہانی شروع کرنے کے لیے اسے جلد از جلد ختم کیا جا رہا ہو۔ سید احتشام کی "گرتی دیوار" بھی دلچسپ موضوع پر لکھی گئی تھی اور بے حد پسند آئی۔ "خبیث" اپنی ڈگر پر چلتی جا رہی ہے۔ اگر کوئی بہتری اس میں ہوئی تو وہ یہ کہ مزید بور نہیں ہوئی بلکہ اب ٹھہراؤ سا آگیا ہے اس میں۔ آخری صفحات پر افسر آذر "چناؤ" کے ساتھ موجود تھے۔ یہ کہانی ایک نہایت ہی منفرد موضوع پر لکھی گئی جو ابھی تک صرف انگلش فلموں تک محدود ہے اور ایسی منفرد اور دلچسپ کہانی لکھنا افسر آذر کا ہی کام تھا۔ اس کہانی کی مدد سے انھوں نے اپنی پچھلی کہانی کا قرض چکا دیا کیونکہ پچھلی کہانی کچھ خاص نہ تھی۔ ویسے تو افسر آذر بڑے پائے کے رائٹر ہیں لیکن اگر آپ اگلے ماہ امان اللہ صاحب سے کچھ لکھوائیں تو بات بنے۔ (آپ کی تجویز زیر غور ہے۔ شکایت کا ازالہ کر دیں گے۔ خط کاٹنے کا شکوہ نہ کیا کریں یہ مجبوری ہے۔)

مقبول احمد مغل۔ اسلام آباد سے فرماتے ہیں۔ "اگست کا "نئے افق" ملا۔ سرورق کچھ زیادہ پسند نہیں آیا۔ یوں لگ رہا تھا کہ کوئی ملک یا کوئی نقشہ دو ٹکڑے ہو گیا ہو اور کراچی کے حالات تو ہم سب کے سامنے ہی ہیں اور آج کل تو معمولی معمولی باتوں سے ڈر لگتا ہے یہ تو پھر "بروکن لائنز" تھیں۔ خدا پاکستان کو حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔ "قلم کا قرض" پڑھ کر محسوس ہوا کہ واقعی ابن صفی وہ واحد جاسوسی ناول نگار تھے جنھوں نے "قلم کا قرض" اتارا اور اس کی حرمت کی لاج رکھی۔ یہ ایک نہایت ہی بے مثال تحریر تھی۔ پڑھتے وقت کئی بار آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔ اب اور ابن صفی کے بارے میں کیا کہا جائے۔ استاد استاد ہی رہتا ہے۔ "چبھن" کچھ زیادہ پسند نہیں آئی۔ وہی عورت کا روایتی انتقام۔ کم از کم منظر امام صاحب سے اس درمیانے درجے کی کہانی کی توقع نہ تھی۔ گزشتہ ماہ بھی انھوں نے اسی طرح قارئین کو حیران کیا تھا۔ خیر بہتری کی امید رکھنی چاہیے۔ "رنگ مین" واقعی ایک ایسی کہانی تھی جس کی تیز رفتاری کا ساتھ صرف شکیل صدیقی صاحب کا قلم ہی دے سکتا تھا۔ کہانی کا اختتام بھی بہت اچھا تھا۔ واقعی اس کھیل کا ختم ہو جانا ہی بہتر تھا۔ کیا شکیل صدیقی کی نظر کرم The Crow فلم کی طرف نہیں ہو سکتی جسے اس صدی کی بہترین فلموں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ پلیز ضرور بتایئے گا۔ طاہر جاوید مغل صاحب اس دفعہ اچھا آئے۔ "بھولے" کے اس طرز عمل کی تو ہمیں امید نہ تھی۔ بہرحال کہانی اپنے غیر متوقع اینڈ کی وجہ سے بہت پسند آئی۔ "خبیث" میں بھی اب پہلے جیسی بات نہیں رہی۔ کہانی میں ٹھہراؤ سا آگیا ہے۔ بار بار ایک دوسرے کی طرف سے حملے پھر ان کی تفتیش۔ سحر و اسرار سے زیادہ کہانی ایک عام کہانی لگ رہی ہے۔ خصوصاً ندیم کا کردار تو شہباز سے بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ انوار صدیقی سے کہیں کہ "خبیث" پر کچھ توجہ دیں۔ اسے بدستور رسالے کی جان رہنا چاہیے یہ سب کی یا کم از کم میری خواہش ہے۔ (آپ کی ہر دفعہ آمد ہمارے اور قارئین کے لیے خوشی کا باعث ہو گی۔ آپ کی رائے منظر امام اور انوار صدیقی صاحب کو پہنچائی جا رہی ہے اور چھوٹی کہانیاں دوسرے بہت سے قارئین کے لیے چھوڑ دیا کریں)